رپورٹ

محمد اسلم صدیق

'پاکستان میں مغرب کی ثقافتی یلغار'

'ملت فورم' کے ایک مذاکرے کی رپورٹ اور تاثرات

اُردو زبان کے لفظ 'تہذیب' کے بالمقابل عربی میں 'ثقافت' اور انگریزی میں "Culture" کے لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح 'تمدن' کے لئے عربی میں حَضَارۃ اور انگریزی میں "Civilization" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ چونکہ عام بول چال میں 'تہذیب وتمدن' کا محاورہ بکثرت استعمال ہوتا ہے، اس لیے عموماً تہذیب وتمدن کو باہم مترادف سمجھ لیا جاتا ہے جب کہ علم عمرانیات کی رو سے تہذیب اور تمدن میں واضح فرق ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً ہمارے ہاں رقص وسرود اور لہو ولعب کے لیے جو غیر ملکی فنکار آتے ہیں انہیں 'ثقافتی طائفے' کہتے ہیں لیکن اُنہیں تمدن کے شاہکار کے طور پر 'تمدنی طائفے' نہیں کہا جا سکتا کیونکہ 'تمدن' کا تعلق انسانی رہن سہن اور شہری زندگی کی ترقی سے ہوتا ہے جس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی بھی شامل ہے جب کہ تہذیب وثقافت میں 'ترقی' کے بجائے معاشرتی رویے ملحوظ ہوتے ہیں خواہ وہ کھیل کود وغیرہ کے ذریعے دکھائے جائیں یا کسی قوم، علاقے کی اجتماعی اخلاقی حالت سے نمایاں ہوں۔ ایسے ہی تہذیب، اخلاق وکردار کے حوالے سے بری بھی ہوتی ہے اور اچھی بھی۔ اگرچہ اس کے لیے اصل معیار Criteria تو وہ افکار ونظریات ہی ہیں جو تہذیب وثقافت کی تشکیل میں کارفرما ہوتے ہیں جیسے اسلامی تہذیب: حیا، غیرت، صداقت اور شجاعت وغیرہ جذبوں سے تشکیل پاتی ہے اور اس کا طرۂ امتیاز اجتماعی میدانوں میں باہمی مروّت ولحاظ، خاندانی احساسِ ذمہ داری، رشتوں کا پاس بالخصوص عورت ومرد کا امتیاز ہوتا ہے جب کہ مغرب میں حیا، غیرت اور خاندانی تعلق کا احساس مردہ ہو کر مرد وزن کی صنفی تقسیم بھی مفقود ہو چکی ہے۔ ایسے ہی شراب وجوا اُن کی گھٹی میں پڑا ہے اور تفریح کے نام پر رقص وسرود،

www.KitaboSunnat.com

مرد وزن کا اختلاط اور فحاشی کی مادر پدر آزادی کا وہاں دور دورہ ہے۔ اسی لیے مغربی ریاستیں Single Parent کی مصیبت اور Old Homes جیسے اداروں کی مشکلات کا شکار ہیں جب کہ اسلام نہ صرف اولاد کی ذمہ داری دونوں ماں باپ پر اور بوڑھے والدین کی ذمہ داری اولاد پر ڈالتا ہے بلکہ اسلامی معاشرہ میں ایک خاندان یا قبیلہ اپنے متعلقہ افراد کی کارگزاری کا یک گونہ پاس دار بھی ہوتا ہے۔ اسی بنا پر 'قتل خطا' کا خون بہا خاندان یا قبیلہ مشترکہ طور پر ادا کرتا ہے جس کی تفصیلات اسلامی تعلیمات کا درخشاں پہلو ہیں۔

مغرب کے تمدنی ارتقا کے نتیجے میں اگرچہ ان کے ہاں بعض خوبیوں مثلاً قانون کی پاسداری اور سیاسی واقتصادی معاملات کا معیار ان کی مشرقی نو آبادیاں رہنے والی ریاستوں کے بالمقابل کافی بہتر ہے، لیکن اس کی وجہ ان کا تمدنی ارتقا ہے نہ کہ ان کا وضع کردہ نظام کیونکہ ان علاقوں میں سیاسی اور اقتصادی نظام تو مغرب سے ہی برآمد شدہ ہے، ایسے ہی ان کے سرکاری معاملات میں اگر کوئی بہتری ان کے ہاں نظر آتی ہے تو اس کی وجہ مغرب کا قانونی اور عدالتی استحکام ہے جو مغرب نے صرف اپنے ہاں محفوظ کر رکھا ہے۔ جب کہ مغرب سے درآمد نظام کے حامل ملک پاک وہند اور مصر وغیرہ خوشامد، منافقت اور کرپشن میں بری طرح بدنام ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مغرب کا سرکاری شعبہ (Public Sector) مغربی تہذیب کا اصل مظہر نہیں بلکہ یہ ایک قسم کا تمدنی ارتقا ہے جو ان کے پروردہ ملکوں میں نہیں پایا جاتا۔

یہاں مغربی سیکولرزم کے تصور کی رو سے انسانی زندگی کی ایک تقسیم کا تعارف پیش نظر رہے تو تہذیبی اقدار کے بارے میں کچھ مزید وضاحت ہو جائے گی یعنی مغرب نے کلیسا اور حکومت کی کشمکش کے بعد باہمی مفاہمت کر کے زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے:

① نجی شعبہ حیات (Private Sector)

② سرکاری شعبۂ حیات (Public Sector)

ہمارے مقابلے میں انسانی حقوق اور ویلفیئر سٹیٹ کے حوالے سے مغرب کی تمام تر برتری Public Sector کی حد تک ہے جب کہ ان کا Private Sector تہذیبی اقدار سے محروم ہو کر تباہی کے دہانہ پر ہے جس میں بالخصوص مرد وزن کی مادر پدر آزادی کی بنا پر فحاشی

www.KitaboSunnat.com

اور سرمستی نے فروغ پا کر خاندانی ادارہ تو بالکل تباہ کر دیا ہے اور اس کی جگہ نشہ اور نائٹ کلبوں نے لے لی ہے۔ گویا مذکورہ بالا پستی ان کی Private life کی بے محابا آزادی کا شاخسانہ ہے جس کے اثرات ایک کل ہونے کی بنا پر ان کی Public life میں بھی اسی طرح ہیں جس طرح Public life کی بعض خوبیاں جزوی طور پر Private life میں بھی آ جاتی ہیں، لیکن یہ واضح رہے کہ مغربی تہذیب کے حوالے سے مغرب کے ایجنٹ جو تہذیبی اقدار مشرق میں برآمد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ ان کے پرائیویٹ شعبہ کی مذکورہ بالا پست اقدار ہیں۔ یہی برائیاں ثقافت کے نام پر مسلم معاشروں پر اپنے اثرات اس لیے گہرے کرتی چلی جا رہی ہیں کہ عالمگیریت Globization کے نام پر اُنہیں مغرب کے ایجنٹ عالمی تہذیب باور کرانے میں کوشاں ہیں۔ مزید برآں اسلامی شعائر کی توہین کے نت نئے طریقوں سے مسلمانوں کی ایمانی غیرت کو بھی چیلنج کیا جا رہا ہے تاکہ دینی اضمحلال کے باوصف اُمتِ مسلمہ بے حسی اور بے غیرتی کی چادر اوڑھ لے۔

موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہم کفر و الحاد کے ان ہتھکنڈوں کے بالمقابل فرقہ وارانہ تعصّبات اور سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر سوچیں کہ اس چیلنج کا مقابلہ کیسے ممکن ہے؟ اس مقصد کے لئے ۲۶ فروری ۲۰۰۶ء بروز اتوار چند احباب کی ایک ملاقات میں تبادلہ خیال کے دوران ملت اور اُمت کے جامع تصور پر مبنی پلیٹ فارم قائم کرنے پر غور شروع ہوا جو علماے کرام کے ایک اجتماع منعقدہ ۲۸/ مارچ ۲۰۰۶ء پر منتج ہوا جس میں 'ملت فورم' کے نام سے ایک ایسا مشترکہ Think Tank تشکیل دینے پر اتفاق ہوا جو مذہبی دھڑوں اور موجودہ سیاسی آلائشوں سے پاک بطورِ 'اُمت' درپیش مسائل پر غور و فکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی فکری اور عملی رہنمائی کر سکے۔

ملت فورم کا پہلا اجلاس ۳۰/ اپریل ۲۰۰۶ء کو مجلس التحقیق الاسلامی لاہور میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں دانشوروں، صحافیوں اور مختلف دینی مکاتب فکر سے وابستہ حضرات نے شرکت کی۔ شرکا میں متحدہ علماء کونسل کے صدر مولانا عبدالرؤف ملک، مسجد معمور کے خطیب مولانا خورشید احمد گنگوہی، نوائے وقت کے معروف کالم نگار جناب

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عطاء الرحمٰن، ممتاز دانشور محمد عطاء اللہ صدیقی، نوائے وقت کے سینئر سب ایڈیٹر جناب حفیظ الرحمٰن قریشی، روزنامہ انصاف کچہناب سیف اللہ خالد اور حافظ نعیم، ماہنامہ محدث کے مدیر حافظ حسن مدنی، ماہنامہ آبِ حیات کے مدیر محمود الرشید حدوٹی، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے نائب شیخ الحدیث مولانا رمضان سلفی، مجلس تحقیق اسلامی کے ریسرچ سکالر مولانا محمد شفیق مدنی، حافظ مبشر حسین اور جامعہ اشرفیہ و جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کے متعدد اساتذہ شامل تھے۔ اجلاس کا موضوع تھا: ''پاکستان میں مغرب کی تہذیبی یلغار''

اجلاس کا باقاعدہ آغاز ۱۰ بجے قاری عارف بشیر صاحب کی تلاوتِ کلام مجید سے ہوا، نقابت کے فرائض مولانا عبدالرؤف ملک نے انجام دیے۔

❊ سب سے پہلے افتتاحی کلمات کے لئے ڈاکٹر محمد امین صاحب کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ اُنہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کے زوال اور اس سے باہر آنے میں ناکامی کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ ایک داخلی کہ اسلامی اقدار سے ہماری وابستگی مضبوط نہیں، منافقت اور دوعملی ہماری روایت بنتی جارہی ہے اور دوسری وجہ خارجی ہے کہ جمادّہ پرستی کی ہوس میں ہمارے ہاں اجنبی، سیاسی اور اقتصادی نظام سوشلزم اور لادین جمہوریت کی صورت میں رائج ہوئے تو ان کے پردہ میں 'مغربی تہذیب' نے ہم پر لبرل ازم کے نعرہ سے اپنی یلغار کردی۔

اُنہوں نے مغرب کی سپر قوتوں کی اسلام دشمنی اور ان کی مسلمانوں کو ختم کرنے کی بالخصوص پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے اس کا علاج یہ بتایا کہ ہم اپنے ضابطہ حیات 'دین اسلام' سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں اور مادّہ اور لذت پرستی پر مبنی لادین تہذیب کو ردّ کردیں۔ اُنہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر مغربی تہذیب کے ابتدائی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ برطانوی سامراج نے پہلے غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف براہِ راست تدبیریوں کی کہ ان کا دین سے تعلق ختم کرنے کے لئے باہر سے عیسائی مناظرین بلائے، جب دیکھا کہ مسلمان اس طرح اپنا دین بدلنے کو تیار نہیں تو لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کے ذریعہ بالواسطہ مسلمانوں کو انگریز کا ذہنی غلام بنانے کی پالیسی اختیار کرلی اور پھر جب مسلمانوں کی ایک لمبی جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستان بن گیا تو اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک کی حکومت ان

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے سپرد کی جو انگریز کے خود کاشتہ تھے اور المیہ ہے کہ بظاہر سیاسی غلامی سے نکل کر بھی اقتصادی غلامی کا چکر اس طرح چلتا رہتا ہے کہ آج بھی ہمارے اکثر وزرائے مالیات مغرب سے امپورٹ ہوتے ہیں۔اسی طرح وزیر تعلیم ان کی مرضی سے متعین ہوتے ہیں اور یوں ذہن سازی کا سارا پروسیس چلتا رہتا ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم نظام تعلیم کے دھارے میں دخل نہیں دے سکتے تو کم از کم دینی مدارس میں یونانی فلسفہ کی بجائے 'مغربی تہذیب کے ناقدانہ جائزہ' کو بطورِ مضمون شامل کیوں نہیں کرتے؟ اس طرح پریس سے رابطہ کر کے صحافیوں کے گروپ ڈسکشن پروگرام بنائے جائیں تاکہ پرنٹ میڈیا میں دینی افکار فروغ پائیں اور فحاشی پر قابو پایا جا سکے۔ الیکٹرانک میڈیا اگرچہ عوام پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے تاہم اسے بھی مغربی تہذیب کے خطرناک اثرات سے بچانے کے لیے اصلاحی اقدامات سوچے جا سکتے ہیں۔ ہمارے لیے تشویشناک امر یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا پر مسلم دانشوروں میں سے ہی مغرب سے مرعوب متجددین کا ایک طبقہ اُمتِ مسلمہ میں فکری انتشار کا باعث بن رہا ہے، ان کا ردّ ہونا چاہئے۔ مناسب یہ ہوگا کہ مغرب میں تحریکِ استشراق (Orientalism) کی طرح ہمارے یہاں بھی استغراب کی تحریک کا ادارہ بنے، جہاں مغرب کی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے۔ جزوی طور پر اس کی ابتدا تھنک ٹینک کے ذریعے ہوسکتی ہے،لیکن اسے مؤثر اور باوسائل بنانے کے لیے خصوصی مساعی کی ضرورت ہے۔

* اس کے بعد حافظ حسن مدنی جو انہی دنوں امریکہ کا سرکاری دورہ کر کے آئے، نے اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس پر دنیا بھر میں سب سے زیادہ عمل ہو رہا ہے، کیونکہ دیگر بڑے ادیان مثلاً عیسائیت اور بدھ مت کی تمام مذہبی سرگرمیاں صرف چند ایک رسومات تک محدود ہیں۔ مسلمان اپنی بے عملی کے باوجود بھی اسلام کے جتنے حصے پر عمل پیرا ہیں، اس کا تناسب دیگر ادیان سے بہت زیادہ ہے، کیونکہ دیگر مذاہب کی تعلیمات ہی محفوظ نہیں نیز اُنہوں نے مغرب کے سیاسی دباؤ کے بالمقابل اپنے مذہبی احکامات میں تحریف کر لی ہے اور جس طرح سیکولرزم کے اُصول کے تحت مذہب اور سیاست کی تقسیم کے قائل ہو گئے

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اسی طرح مذہب کو اجتماعی دائرۂ حیات سے نکال کر اسے اللہ اور انسان کا نجی مسئلہ قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ سماج سے مذہب کو لاتعلق کرنے کا نتیجہ ہے کہ شراب، جوا ان کے ہاں جائز ہو چکا اور فحاشی و زنا کاری وغیرہ کو قبول کر کے اُنہوں نے خاندانی نظام کو تباہ کر لیا۔ عیسائی مذہب کا من گھڑت فلسفہ ہی ایسا ہے کہ اُسے قبول کر کے اخلاقی اقدار دیوالیہ ہو جاتی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ الہامی ہونے کا دعوے دار عیسائی مذہب اسے قبول کر چکا ہے اور اخلاقی اقدار کے خلاف ان کے ہاں کوئی خلش بھی نہیں پائی جاتی۔ اُنہوں نے کہا کہ تہذیبی تصادم کے پیچھے نظریاتی تصادم چھپا ہوا ہے اور وہ لوگ مسلم معاشروں میں بڑا بھیانک کردار ادا کر رہے ہیں جو مغربی نظریات اور ان پر مبنی احکامات کو اسلام سے کشید کرنے اور مصادرِ اسلامیہ سے استدلال فراہم کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ مسلم معاشرے کے فہیم عناصر کو اُنہیں سمجھنا اور ان کے چہرے سے نقاب کھینچنا چاہئے۔ یہ لوگ اسلامی تہذیب کے خاتمہ کے لئے اسلامی احکام ونظریات کو ہی بدلنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ مغرب میں مستشرقینکے جو تحقیقی ادارے اور تھنک ٹینک اسلام کے خلاف کام کر رہے ہیں، ان کی سرپرستی مغربی حکومتیں کر رہی ہیں، جبکہ مسلمانوں میں مغرب کی فکری یلغار کے بالمقابل کام کرنے والے لوگ صرف عوامی جذبات پر انحصار کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ مسلمان ناموسِ رسالتؐ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہیں، لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ صرف ایسی قربانیوں سے انبیا کا مشن مکمل نہیں ہو گا۔ ہمیں پرعزم ہو کر مغربی تہذیب کے مقابلہ کے لئے غزوِ فکری کے میدان میں آنا چاہئے اور نہ صرف سیرتِ رسولؐ اور کردارِ صحابہؓ کو اپنے عمل میں سمونا چاہیے بلکہ علمی وفکری مکالمہ کے ذریعے بھی مغربی تہذیب اور اس کے لادین نظاموں کی خامیوں کو طشت از بام کرنا چاہئے۔

* جامعہ اشرفیہ لاہور کے مدرّس اور مفتی محمد حسنؒ کے پوتے مولانا شاہد عبید نے کہا کہ آج اسلامی تہذیب کے روایتی مراکز (دینی مدارس) کے ساتھ انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے بلکہ تحفظِ اسلام کے اس سسٹم کو ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہماری روایات سے ہمارا تعلق ختم کر کے کفر ہمیں نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے

www.KitaboSunnat.com

ہمیں مغرب کے خلاف اپنی روایات کا دفاع بھی مضبوط کرنا ہوگا۔ اُنہوں نے دینی مدارس کے طلبا کے لیے بالخصوص عربی زبان اور علم اسماء الرجال میں مہارت حاصل کرنے پر زور دیا کیونکہ مستشرقین ہمیں اپنے اسلاف اور روایات سے بدظن کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ علم اسماء الرجال کی واقفیت سے اپنی روایات پر ہمارا اعتماد بحال ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دینی اداروں کو ہر سال کچھ لوگوں کو جدید مسائل پر بھی تحقیق کے لئے وقف کر دینا چاہئے، کیونکہ اگر ہم اپنے گھر کو درست کرلیں تو غیر مستحکم بنیادوں پر کھڑی مغربی تہذیب خود بخود زمین بوس ہوجائے گی۔

* مولانا محمود الرشید حدوٹی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اُمت ِمسلمہ کی کامیابی اور تہذیبی چیلنجز کا حل اس بات کو قرار دیا کہ ہم اُسوۂ رسول اللہ ﷺ پر مضبوطی سے کاربند ہوجائیں۔ اُنہوں نے فرقہ وارانہ انتشار اور سیاسی جماعتوں کے کردار اور صحافت کے غلط رجحانات کو اس وقت کا المیہ قرار دیتے ہوئے ان کا قبلہ درست کرنے پر زور دیا۔ اُنہوں نے بتایا کہ لیبیا میں ہم نے دیکھا کہ ہر نمایاں مقام پر قرآن کی کوئی آیت یا القرآن شریعة المجتمع لکھا ہوتا ہے۔ وہاں زنا اور قتل کی کوئی خبر شائع نہیں ہوتی، لیکن ہمارے ہاں ذرائع ابلاغ اس وقت برائی کی خبریں نمایاں کر کے بے حیائی اور جرائم کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

* مولانا عبدالرؤف ملک نے مغربی تہذیب سے مرعوب تجدد پسند طبقہ کے فکری انتشار کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے باصلاحیت نوجوان تیار کرنے پر زور دیا جو ایک طرف مغربی تہذیب پر گہری نظر رکھتے ہوں، انگریزی اور عربی زبان کے ماہر ہوں اور اس کے ساتھ وہ علومِ شریعت سے بھی بہرہ ور ہوں اور پھر ایسے نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم درحقیقت صرف اپنے مسلک کے وارث ہیں، مسلک پر چوٹ پڑے تو ہمارے سارے وسائل اور منبر ومحراب حرکت میں آجاتے ہیں، لیکن اصل اساس یعنی دین اسلام کا وارث کوئی نہیں۔ کاش کوئی تو اُمت ِمسلمہ یا مسلکوں سے بالاتر اسلام کا علم لے کر اُٹھے، پھر دیکھیں کہ لوگ اس کے گرد کس طرح اکٹھے ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا: دفاعِ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے لئے یکسو اور مخلص ہونے، وسائل کو مجتمع کرنے اور نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی جس قدر ضرورت آج ہے، شاید کبھی نہیں تھی۔

* روزنامہ نوائے وقت کے کالم نگار جناب عطاء الرحمٰن صاحب نے کہا: آج ہماری دینی صحافت اور تبلیغ اس لئے بے اثر ہے کہ ہم نے اپنی روٹی کو انبیاء علیہم السلام کے اس مقدس مشن کے ساتھ وابستہ کرلیا ہے۔ اُنہوں نے مغربی تہذیب وتمدن[1] کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ مغرب میں فحاشی اور عریانی کے علاوہ ان کی پبلک لائف میں منافقت اور کرپشن بہت کم ہے جب کہ ہمارے ہاں بہت زیادہ ہے، لیکن عالمی سطح پر اُنہوں نے منافقانہ ڈپلومیسی کو اپنی معراج تک پہنچا دیا ہے۔

اُنہوں نے کہا: امریکی جو اپنے آپ کو سپر پاور کی بجائے ہائپر پاور کہتے ہیں، آج ان کے لئے سب سے بڑا خطرہ اور چیلنج اسلام ہے۔ امریکی صدر بش نے عراق پر حملہ سے قبل مشورہ کے لئے مغربی دانشوروں کا ایک اجلاس بلایا۔ سب سے رائے لینے کے بعد اس نے ۹۵ سالہ بوڑھے مستشرق برنارڈ لیوس سے مشورہ طلب کیا تو اُس نے کہا: مسلمانوں پر تسلط قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کردیا جائے اور آج مغرب اسی پالیسی پر گامزن ہے اور یہی کچھ مغرب نے بیسویں صدی کی دوسری تیسری دہائی میں کیا جس نے پوری دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا، اور وہ تھا سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ، اعلانِ بالفور کے ذریعہ فلسطین میں 'اسرائیلی ریاست' کے قیام کا منصوبہ اور مشرقِ وسطیٰ کی اقتصادیات پر قبضہ کی منصوبہ بندی۔

اُنہوں نے کہا کہ آج بھی امریکہ اپنی تہذیبی یلغار کو مؤثر بنانے کے لیے مذہب، زبان اور نسلی تعصّبات کی بنیاد پر مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے اور اس

---

[1] واضح رہے کہ تہذیب کے ساتھ تمدن کو شامل کرلیا جائے تو زندگی کا پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح مغرب میں پرائیویٹ سیکٹر کی خرابیوں کے ساتھ اس کے پبلک سیکٹر کی کچھ خوبیاں بھی سامنے آتی ہیں۔ تہذیب وتمدن کے اجتماع کے حوالہ سے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مغرب کے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور! (محدث)

www.KitaboSunnat.com

استعماری مقصد کے لئے وہ فوجی حکومتوں کو استعمال کر رہا ہے کیونکہ فوج اس مقصد کے لئے جمہوری حکومت کی نسبت زیادہ موزوں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مغرب کی تہذیبی یلغار کو روکنے کے لئے ہمیں اپنے اندر سے منافقت اور کرپشن کو ختم کرنا ہوگا، صدقِ مقال اور اکلِ حلال کو شعار بنانا ہوگا اور مغربی تہذیب کے سامنے بند باندھنے کے لئے مغربی طاقتوں کے آلہ کاروں کے خلاف شدید مزاحمت اس دور کا اہم تقاضا ہے۔

* مولانا خورشید احمد گنگوہی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ تہذیبی تصادم دراصل سیاسی محکومیت کا نتیجہ ہے اور اس سیاسی محکومیت کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ادارۂ خلافت کے احیا کے لئے سنجیدہ پیش قدمی کی جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ دنیا کی تمام اقوام اپنے نظریات کے فروغ کے لئے اپنے مال میں سے مذہبی اداروں کی مالی امداد کا باقاعدہ حصہ نکالتی ہیں مثلاً ہر یہودی اپنے مال میں سے ۱۰ فیصد اسرائیل کے لئے عطیہ کرتا ہے۔ لندن میں عیسائیت کے فروغ کے لئے کام کرنے والے اداروں کی عمارات شاہی محلات سے زیادہ پرشکوہ ہیں۔ یہ لوگ اپنے مذہب کے فروغ کے لئے عملاً شرکت کرتے ہیں لیکن مسلمانوں میں یہ احساسِ ذمہ داری اور جذبہ انفاق ختم ہوتا جا رہا ہے۔

* مولانا ظفر اللہ شفیق صاحب نے کہا کہ اگر خود مسلمان اسلام کے ساتھ مخلص ہو جائیں اور نبی کریم ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے حرزِ جاں ہو تو مغربی تہذیب کے بلاخیز طوفان کو روکا جاسکتا ہے۔ ''جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔'' اُنہوں نے کہا کہ آج مغرب شیطان کی اس وصیت پر گامزن ہے کہ ''روحِ محمدؐ ان کے بدن سے نکال دو۔'' اس کا علاج یہی ہے کہ نبی ﷺ کی محبت ہر چیز کی محبت سے فائق ہو جائے۔

* بعد ازاں جناب محمد عطاء اللہ صدیقی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یورپ میں سیکولر اور مذہبی طبقات کی باہمی مخاصمت پر کئی صدیاں بیت چکی ہیں، لیکن اس کے باوجود ان دونوں باہم متحارب حلقوں کا اہانتِ رسول ﷺ پر اتفاق حیران کن ہے۔ عیسائی لٹریچر سے جدید سیکولر دانشوروں نے توہینِ رسالت کو اپنی تحریروں میں منتقل کیا ہے، جن میں بطورِ مثال فرانس کے مشہور سیاسی مفکر والٹیر، انگریزی کے معروف شاعر شیکسپیئر، دانتے اور

www.KitaboSunnat.com

معروف ادیب ٹالسٹائی وغیرہ کی تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں اور ہم انگریزی لٹریچر کے ذریعے مغربی تہذیب کے یہ زہریلے اثرات اپنی نوجوان نسل کے ذہنوں میں اُنڈیل رہے ہیں۔ اُنہوں نے پاکستان میں مغربی تہذیب کے گہرے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے ۲۲ویں گریڈ کے ایک بیوروکریٹ کے بارے میں بتایا کہ اس نے کہا کہ پاکستان کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ دس سال کے لئے شراب سے ہر قسم کی پابندی ختم کردی جائے۔

اس پر جامعہ اشرفیہ کے مولانا شاہد عبید صاحب نے بتایا کہ ایف سی کالج کے انگریزی کے ایک پروفیسر نے یہ دریدہ دہنی کی ہے کہ ''پاکستان کے ترقی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسلام کا نام استعمال کرنے پر عرصہ پانچ برس کے لئے پابندی لگادی جائے۔''

❋ آخر میں صدر مذاکرہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے مغربی ثقافت کی یلغار کے سلسلے میں پہلے فکری مغالطوں کی نشان دہی کی اور زور دیتے ہوئے کہا کہ علمی دنیا میں زندگی کے انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر جو الگ الگ گفتگو کی جاتی ہے، سیکولرزم کی پرائیویٹ اور پبلک لائف کو اس کے مماثل نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا بڑا حصہ سیکولرزم کے نزدیک پرائیویٹ سیکٹر ہے جس پر پرسنل لاء لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً اسلامی عبادات میں ہی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ایک اجتماعی حیثیت بھی ہے، پھر جمعہ، عیدین کے علاوہ حج تو ایک عالمگیر اجتماع ہے۔ اسی طرح خاندان کی اساس نکاح شادی کے علاوہ ولادت ووفات کی تقریبات بھی اجتماعی ہوتی ہیں۔ عیدین وغیرہ کی اسلامی تقریبات کے بالمقابل بسنت اور ویلنٹائن ڈے بھی اجتماعی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا اصطلاحات کے مغالطہ میں یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ سیکولرزم میں پرائیویٹ سیکٹر انسان کے صرف انفرادی رذاتی معاملات پر مشتمل ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔

سیکولرزم کے مذکورہ بالا تصور کے تحت ہم تہذیبی اُمور میں التباس کا شکار ہوجاتے ہیں اور مغرب کے سرکاری معاملات کی بعض برتریوں کے علاوہ سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی تہذیب سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ تہذیب کا تعلق صرف پرائیویٹ زندگی سے ہوتا ہے جو خود مغرب کے ہاں گھناؤنی ہے اور وہ ایسی خرابیوں کو ہی مشرق میں برآمد کرنا چاہتا ہے۔ اس پس منظر میں کہا

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے کہ سیکولرزم نے چونکہ معاشرے کو شخصی Personal اور پبلک لائف (Public life) میں تقسیم کر رکھا ہے، ایسے معاشروں میں پبلک لائف میں تو اکثر و بیشتر اچھے رویے دیکھنے کو ملتے ہیں مثلاً دیانت داری، انسانی حقوق، قانونی جبر کا خاتمہ، رشوت کا انسداد وغیرہ بلاشبہ یہ باتیں مغرب کی پبلک لائف کا روشن پہلو ہیں جنہیں ہمیں سیکھنا چاہئے (اور یہی تمام چیزیں دین اسلام میں کامل اور اکمل صورت میں بھی موجود ہیں) جبکہ اپنی شخصی زندگی میں مغربی انسان عیاشی میں پڑا ہوا ہے جن میں زنا کاری، اختلاطِ مرد و زن، جوا اور شراب وغیرہ قابل ذکر ہیں، یہ چیزیں ان کے تنزل کا سبب ہیں لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ ہمارے ہاں مغربی معاشرے کی نقالی میں یہی چیزیں سرفہرست ہیں۔ نیز مغرب تہذیب اور تمدن کا التباس پیدا کرتے ہوئے اپنی تہذیب کا تعارف تو اپنے تمدن کے روشن پہلوؤں سے کراتا ہے لیکن عملاً اپنی تہذیب کے گندے پہلوؤں کو ہی مشرق میں برآمد کرتا ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ مغرب نے اپنی گندی تہذیب کو پھیلانے کے لئے میڈیا کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا ہے اور میڈیا پر یہود کی اجارہ داری کا ہی نتیجہ ہے کہ عیسائی اور یہودی جو ماضی میں ہمیشہ باہم جھگڑتے رہے ہیں کیونکہ عیسائی عقیدہ کی رو سے حضرت عیسیٰ کو سولی دینے والے یہودی ہیں، لیکن میڈیا کے بل بوتے پر اسلام کو ایک مشترکہ دشمن گردانتے ہوئے آج وہ آپس میں متحد و یکجان بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی اپنے پیغام کو پھیلانے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ (Media) کو بھرپور استعمال کرنا چاہئے۔

* جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کے شیخ التفسیر مولانا عبدالسلام ملتانی کی دُعا سے یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

☆ یکم مئی ۲۰۰۶ء کے روزنامہ نوائے وقت اور انصاف میں اس مذاکرے کی تفصیلی کوریج شائع ہوئی۔

www.KitaboSunnat.com